اسلام کا نظریہ اقتدارِ اعلیٰ

ڈاکٹر ماجد علی خاں لکچرر اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

اسلامی حکومت اپنی سیاسی اور قانونی حیثیت میں فی نفسہ تمام حکومتوں کے مقابلہ میں ایک جداگانہ اور خاص وجود رکھتی ہے۔ وہ اپنی بالادست حاکمیت یا اقتدارِ اعلیٰ (sovereignty) کے اعتبار سے نہ صرف عصرِ حاضر بلکہ عصرِ قدیم کے بھی تمام انسانی نظریات سے علیحدہ اپنا ایک منفرد نظریہ رکھتی ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت سے پہلے ہم مغربی نظریات کا ایک سرسری جائزہ لینا ضروری سمجھتے ہیں۔

مغرب میں اقتدارِ اعلیٰ کا تصور تاریخی پس منظر میں | زمانۂ قدیم میں اقتدارِ مطلق اور فرماں روائی کسی ایک شخص واحد کو دے دیا جاتا تھا جس کو بادشاہ یا حکمرانِ اعلیٰ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا وہ اپنے اختیارات کے اعتبار سے عوام سے برتر سمجھا جاتا اور بزور قوت رعایا پر اپنے احکامات مسلط کرتا۔ شاہی احکامات پر عدالتوں میں دعویٰ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ البتہ قدیم زمانے میں رومیوں نے شہریوں کو یہ حق دیا تھا کہ وہ حکومت کے خلاف عدالت میں انصاف طلب کر سکتے تھے۔ لیکن ان کی حدود متعین تھیں عیسائی مذہب کی ترویج و اشاعت سے قبل روم میں یونانی فلسفۂ سیاست کا اثر ہوا اور مذہب و سیاسی عقیدے پہلو بہ پہلو چلنے لگے لیکن اس کے باوجود اقتدارِ اعلیٰ اور فرماں روائی کلی بادشاہ کے ہاتھ میں ہی رہی۔

عیسائی مذہب کی ترویج و اشاعت سے رومی سیاست بہت متاثر

ہوئی۔ عیسائیت نے مذہب اور سیاست کے اتحاد اور ہم آہنگی کو توڑ دیا جس کے ٹوٹنے سے سیاست کی صورت بالکل ہی بدل گئی۔ "دین اور دنیا کے فرائض" "قیصر اور خدا کے حقوق" الگ الگ ہو گئے اور جیسے ریاست امن اور آسودگی کے بدلے میں اطاعت اور فرمان برداری کی دعویدار تھی ویسے ہی کلیسا روحانی فلاح کا ذمہ دار بن کر اپنا حق طلب کرنے لگا۔ قیصر اور خدا کا حق پورا پورا ادا کرنے میں افراد کو دشواریاں پیش آئیں۔ چونکہ عیسائی مذہب کا رجحان رہبانیت کی طرف تھا، دین و دنیا ان کے یہاں تقسیم تھی۔ اس کی وجہ سے نہ صرف ان کے یہاں دنیاوی نعمتوں کی قدر گھٹ گئی بلکہ دنیاوی فرائض کی بھی۔ دراصل عیسائی مذہب میں سیاسی معاشرے کو حیثیت ہی نہیں دی گئی تھی۔ رفتہ رفتہ "کلیسا" اور "ریاست" دو جدا اور خود مختار ادارے سمجھے جانے لگے۔ گیارہویں صدی تک کلیسا کے ذمہ دار اس کی تعلیم دیتے رہے کہ خدا کے حقوق کے باوجود قیصر کے حقوق کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور جس طرح خدا کے حکم کو پورا کیا جاتا ہے ویسے ہی قیصر کی اطاعت بھی لازمی ہے۔ لیکن "کلیسا" اور "ریاست" کو انہوں نے ایک دوسرے سے الگ رکھا۔

البتہ اس درمیان میں کچھ عیسائی عالموں نے عیسائی مذہب کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے سیاسی اصولوں کو مذہبی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ پانچویں صدی عیسوی میں لکھی گئی سینٹ اگسٹین (ST. AUGUSTINE) کی "ملک الہی" (De Civitate Dei) وہ پہلی تصنیف ہے جس میں سیاسیات کے اندر عیسائی فلسفۂ حیات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ بعد میں آنے والے عیسائی فلسفیوں نے اسی سے اپنے لئے سیاسی نظریات اخذ کئے ہیں۔ اس تصنیف سے سینٹ اگسٹن کا مقصد "کلیسا" کی برتری ظاہر کرنا تھا اور لفظ "کلیسا" کو انہوں نے "ملک الہی" یا "فردوسی ریاست" کا نام دیکر استعمال کیا۔ ان کے اسی فلسفہ

کے تحت بعد میں آنے والے عیسائی رہنماؤں (پاپاؤں) نے دہری حکومت کا نظریہ پیش کیا اور کلیسا کی دنیاوی ریاستوں پر فضیلت کا دعویٰ کیا۔ دراصل عیسائی مذہب ایک ایسے جامع نظامِ حیات کو پیش کرنے سے قاصر تھا جو انسان کے تمام شعبہ ہائے حیات پر حاوی ہوا اور جو انسان کی سیاسی امور میں بھی رہنمائی کر سکے۔ اس کی وجہ سے دُہری حکومت کا نظریہ فروغ پایا لیکن یہ نظریہ زیادہ دیر پا ثابت نہیں ہوا۔

دُہری حکومت کا نظریہ نویں صدی عیسوی تک رائج رہا۔ نویں اور دسویں صدی میں مقدس رومی شہنشاہ پاپاؤں کی سرپرستی اور کلیسا کی نگرانی کرتے رہے کیونکہ ان دنوں دونوں کی حالت نازک تھی۔ گیارویں صدی سے "کلیسا" اور شہنشاہوں میں نزاع شروع ہوا جس میں شروع میں تو کلیسا کے حامیوں کا پلہ بھاری رہا اور اصولاً و عملاً دونوں طرح بحیثیت مجموعی پاپاؤں کی جمعیت رہی لیکن جب تیرہویں صدی کے آخر میں فرانس کی ریاست کا اقتدار بڑھا اور اس کے ساتھ ہی فرانسیسیوں میں قومیت کا جذبہ بھی کسی قدر بیدار ہوا تو پاپاؤں کا پلہ ہلکا ہو گیا کیونکہ اُن میں قوموں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ "کلیسا" اور "ریاست" کی کشمکش دن بدن بڑھتی رہی پاپا اور شہنشاہ کے جھگڑوں نے یورپ کی سیاسی فضا میں طوفان برپا کر دیا۔ انہی جھگڑوں سے متاثر ہو کر شاعر دانتے (DANTE ALIGHIERI, 1265-1321) نے اپنی تصنیف "بادشاہی" لکھی جس میں اس نے تجویز کیا کہ پاپا اپنے تمام سیاسی حوصلوں کو بھول جائے اور کلیسا اپنی تمام املاک سے دست بردار ہو کر نصیحت اور روحانی رہنمائی کو اپنا واحد مقصد اور شغل قرار دے۔ اسی دور میں جون پیرس (John of Paris) اور دوبوآ (Pierre Dubois) (1255-1322) نے بھی "ریاست" (شہنشاہ) کی حمایت میں آواز بلند کی۔ یہ دونوں بھی پاپاؤں کی

شہنشاہی کے مقابلہ میں خود مختار قوموں کے علمبردار تھے۔ مارسی لیو (Marsiglio 1270-1340) نے "ریاست" اور سیاسی زندگی کا ایک نیا تخیل پیش کیا۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے خود مختار قومی ریاست کا خواب دیکھا۔ اس نے "ریاست" کو اصل قرار دیکر "کلیسا" کو اسکے ماتحت کرنے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ باقی انتظامی معاملات کی طرح کلیسا کے نظام کو بھی ریاست کے سپرد کر دینا چاہئیے۔ کلیسا کو ان لوگوں کو سزا دینے کا بھی اختیار نہیں ہے جو اس سے عقیدے میں اختلاف رکھتے ہوں کیونکہ اس کے نزدیک عقیدہ قانون نہیں ہوتا اور اسے جبراً تسلیم کرانا مذہب کی رو سے ہرگز جائز نہیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ "ریاست" پر "کلیسا" کے اثرات کم ہوتے گئے اور مغربی ممالک میں "کلیسا" سے آزاد ہو کر وہ سیاسی نظریات ابھرے جنھوں نے بالآخر ریاست کی فرماں روائی (Sovereignty of state) کا نظریہ پیش کیا۔

جدید سیاسی افکار کی تاریخ میں روسو (Rousseau 1712ء) وہ پہلا مفکر ہے جو "جمہوریت کا سچا معتقد" سمجھا جاتا ہے۔ نہ صرف وہ عوام کی بالادستی اور حکومت کا قائل ہے بلکہ قانون وضع کرنے کو وہ فرماں روائی کا سب سے اہم فرض قرار دیتا ہے اور اس حق کو وہ شہریوں کے سپرد کرتا ہے۔ اس کے نزدیک قانون احکام نہیں بلکہ "اتحاد کے ضابطے" ہیں جنہیں وہی لوگ وضع کر سکتے ہیں" جو اس اتحاد میں ارکین کی حیثیت سے شریک ہوں" روسو ایسے نظام کو معاہدۂ اجتماعی کی خلاف ورزی سمجھتا ہے جس میں قوم کی فرماں روائی بلا واسطہ نہ ہو۔ "معاہدۂ اجتماعی" اور قوم کی بلا واسطہ فرماں روائی کے نظریہ میں روسو اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ نمائندوں کے ذریعے آزادی کی حفاظت کرنے کا بھی قائل نہیں رہتا۔ نمائندگی کے رواج کو وہ جاگیری نظام کا ایک ترکہ خیال کرتا ہے۔ کسی نہ کسی شکل میں روسو کے نظریات کا اثر بیشتر مغربی فلسفیوں پر ہوا جن میں فشٹے (Fichte) ہیگل (Hegel) ——

گرین (Green)، بریڈلے (Bradley) اور بوزین کوئٹ (Bosanquet) اس کے نظریات کے خاص طور پر پیرو ہوئے۔ روسو کی تصانیف کے بعد مغرب (یورپ و امریکہ) کی سیاسی زندگی میں دو انقلاب برپا ہوئے۔ ایک تو امریکہ کی نو آبادیوں کا انگلستان سے علیحدہ ہو کر اپنی متحدہ ریاست کی فرمانروائی کا نظریہ ابھر کر پوری طرح سامنے آگیا۔ اور دوسرا فرانس کا انقلاب۔ مغرب لادینیت کے ایک سیلاب عظیم کے اندر بہ گیا اور جدید مغرب میں ریاست ایک فرمانروا ریاست (Sovereign State) تسلیم کرلی گئی۔

جدید فلسفۂ سیاست میں جہاں تک لفظ سوویرنٹی (Sovereignty) کے مروج ہونے کا تعلق ہے اس کو موجودہ دور میں سب سے پہلے ایک فرانسیسی مصنف بوڈن (Bodin) نے ۱۵۷۶ء میں اپنی ایک کتاب ریپبلک (Republic) میں استعمال کیا تھا۔ قدیم یونان اور روم میں بھی اس لفظ کا مختلف انداز میں استعمال ہوچکا ہے۔ ارسطو کے یہاں یہ لفظ ریاست کا "اقتدار اعلیٰ" (SUPREME POWER) اور رومی قانون میں "کامل اقتدار اعلیٰ" (Fulness of Power) کے ناموں سے استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل سوویرنٹی (Sovereignty) لاطینی زبان کے لفظ سپرانیس (Superanus) سے نکلا ہے جس کا مطلب "اعلیٰ" یا "برتر" ہے۔ اردو میں ہم اس کی جگہ "اقتدار اعلیٰ" کا لفظ استعمال کریں گے۔ مختلف سیاسی فلاسفہ نے اس کا مختلف مطلب بتایا ہے۔ اس سلسلہ میں انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا (Encyclapaedia of Britanica) کا مقالہ نگار لکھتا ہے:۔

"اقتدار اعلیٰ کا نظریہ جو کہ علم السیاسیات اور بین الاقوامی قانون میں سب سے زیادہ مختلف فیہ مسئلہ ہے "ریاست (State)

"حکومت" (Government) اور آزادی و جمہوریت کے نظریات سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے۔ لفظ سوویرنٹی (Sovereignty) لاطینی لفظ سُپرَاینس (Superanus) اور اس کے فرانسیسی مشتق سوویرینٹے (Souverainete) سے نکلا ہے اور بنیادی طور پر اس کا مطلب "اقتدار اعلیٰ" (Supreme Power) کے مترادف ہے، لیکن اپنے روایتی استعمال میں اکثر یہ اپنے بنیادی مطلب سے جدا ہو جاتا ہے" سلہ

والٹر تھیمر تحریر کرتے ہیں:۔

"سوویرنٹی (دراصل) وہ اقتدار اعلیٰ ہے جو ایسے قانون جس کو دوسرے لوگ کسی پر عائد کریں، سے آزاد ہے۔" سلہ

برجیس (Burgess) کے الفاظ میں کسی ریاست کا "اقتدار اعلیٰ" (Sovereignty) وہ اصلی (Originel)، مختار کُل (Absolate) غیر محدود (Unlimited) اقتدار ہے جو اس ریاست کے ہر فرد اور اس کی رعایا کے ہر گروہ پر ہو" سلہ

کسی ریاست کے "اقتدار اعلیٰ" کی دو نوعتیں ہوتی ہیں:۔

(ا) قانونی اقتدار اعلیٰ (Legal sovereignty) (ب) سیاسی اقتدار اعلیٰ (Political sovereignty)

سلہ "Encyclopaedia Britoniea" Vol.20 "sovereignty"

سلہ "Encyclopaedia of world. Politics" p.397

سلہ "Principles of Political Seience" by R.N.Gilch
HSST p.94.

" قانونی مقتدر اعلیٰ" (Legal Sovereign) وہ حاکم ہے جو قانونی اعتبار سے احکامات و اوامر جاری کرنے کا مجاز ہو۔ اور جس کی منظوری سے ہی کسی ریاست میں کوئی حکم قانونی شکل اختیار کرے۔ جدید ریاست میں عام طور پر "قانونی اقتدار اعلیٰ" عوام کی منتخب شدہ ایک جماعت یا مجلس کے ہاتھ میں ہوتا ہے "سیاسی مقتدر اعلیٰ" (Political Sovereign) کسی ریاست میں وہ اجتماعی اختیار و اثر ہے جو کہ اس ریاست کے قانون کی پشت پر ہوتا ہے۔ عوام کے ذریعہ منتخب شدہ جدید ریاست میں اس کو عوام کی اجتماعی طاقت سے موسوم کرتے ہیں

جدید علم سیاست میں "اقتدار اعلیٰ" (Sovereignty) کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:۔

"(۱) مختار کل ہونا (ABSOLUTENESS)؛ (۲) عمومیت (UNIVERSALITY)؛ (۳) غیر اجنبیت (INALIENABILITY)

(۴) دوامیت (PERMANANCY)؛ اور (۵) عدم انقسام (INDIVISIBILITY)" ہے۔

مندرجہ بالا خصوصیات وہ ہیں جو کہ اسلامی نقطۂ نظر سے صرف "فرمانروائے حقیقی" (یعنی خالق کائنات) پر صادق آتی ہیں۔ اس لئے اسلام کسی ایسے مقتدر اعلیٰ کو تسلیم نہیں کر سکتا جو کسی بھی اعتبار سے اللہ کی صفات میں شریک ہو۔ کیونکہ اس صورت میں یہ عمل "شرک سیاسی" کے مترادف ہوگا۔

R.N. Gilchrist "Principles of Political Science" ص ۱۰۸ (نوٹ:۔ اس موقعہ پر ہم مختلف سیاسی فلاسفر کی تعریفیں نظر انداز کرتے ہیں۔ کیونکہ زیادہ تر جدید فلاسفر "اقتدار اعلیٰ" کی مندرجہ بالا خصوصیات پر ہی متفق ہیں۔ البتہ جون آسٹن (John Austin) نے اپنا ایک الگ نظریہ پیش کیا ہے جس پر بہت زیادہ تنقید کی گئی ہے۔ اسلئے اسکو

جدید بدلتی ہوئی دنیا میں "ریاست کی فرمانروائی" (Sovereignty of state) کا مطلب دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس موضوع پر والٹر تھیمر تحریر کرتے ہیں:۔

"گو کہ موجودہ دور میں "اقتدار اعلیٰ" کی ایک مقدس شے کی طرح حفاظت کی جاتی ہے اور مستقل طور پر اس کو مقدس خصوصیات کے ساتھ پکارا جاتا ہے پھر بھی آہستہ آہستہ یہ نظریہ جنم لے رہا ہے کہ ایک "فرمانروا ریاست" (Sovereign state) موجودہ تکنیکی ترقیات اور جدید طرز کی جنگ کے دور میں ایک فرسودہ خیال ہے۔ اس لئے اس کو ایک ایسی انجمن سے بدلنا چاہئے جو قومیت سے بالاتر ہو اور جو کہ بالآخر ایک بین الاقوامی ریاست کی شکل اختیار کر لے۔ سابق لیگ آف نیشنز (League of Nations) اور موجودہ انجمن اقوام متحدہ (United Nations Organisations) دراصل اس عظیم مقصد کی طرف پہلا قدم ہے۔ حالانکہ وہ کسی ریاست کے (انفرادی) اقتدار اعلیٰ کو محدود نہیں کر سکی ہیں پھر بھی ان کے قائم ہونے سے کم از کم کسی ریاست کا (انفرادی) اقتدار اعلیٰ عوام کی نگاہ میں ایک حد تک متاثر ضرور ہوا ہے۔"[۱]

اقتدار اعلیٰ کے بارے میں جدید مغربی نظریات کا مطالعہ کرنے کے بعد اب ہم اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کرینگے۔ تاکہ دونوں نظریات کا اختلاف پوری طرح واضح ہو جائے۔

۱؎ Walter Theimer, "Enclopaedia of World Politics" P. 397

عیسائی مذہب کی طرح اسلام نے "کلیسا" اور "ریاست" کی تفریق کا کوئی تصور پیش نہیں کیا۔ بلکہ اس نے ایک ایسا جامع اور مکمل نظام حیات عطا کیا ہے جو ایک طرف تو انسان کو اللہ کے احکامات و اوامر کا پوری طرح پابند بناتا ہے اور دوسری طرف ان احکامات و اوامر کو بحیثیت خلیفۃ اللہ اس زمین میں رائج کر دینے کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ ایک طرف تو وہ انسان کو ایک آزاد اور خود مختار شہری کی حیثیت عطا کرتا ہے اور دوسری طرف وہ انسان کو اللہ کے عبد اور بندہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ اسلام کی حکومت اعتقاد اور اعمال کے لئے ایک ایسی باختیار ہستی کی حکمرانی کا نظریہ پیش کرتی ہے جو نہ صرف تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوقات سے بالاتر، بلند اور بالادست ہے۔

وہ تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ اس کی خالقیت اور وحدانیت تسلیم کر لینے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کائنات میں اس کے علاوہ کسی اور کی حاکمیت نہیں ہو سکتی اور وہی فرمانروائے حقیقی اور مقتدر اعلیٰ ہے۔ قرآن کریم نے اس کی طرف مختلف انداز میں اشارہ کیا ہے:-

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ (البقرۃ: ۱۰۷) — "کیا تمہیں اس کا علم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت (صرف) اللہ ہی کے لئے ہے۔"

مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (الکہف: ۲۶) — "اس کے علاوہ بندوں کا کوئی سرپرست نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے۔"

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ (الفرقان: ۲) — "اور (زمین و آسمان کی) بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔"

اس سلسلہ کی اور آیات یہ ہیں:- القصص: ۷۰؛ الانعام: ۵۷؛ آل عمران: ۲۶

الرّوم: ۴؛ الحدید: ۵ وغیرہ۔

اللہ کی فرمانروائی کا مطلب

اس موقع پر خدا کی فرمانروائی اور حاکمیت کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام دنیا ایک بالادست وجود کے سائے میں آباد ہے۔ تمام انسان مساوی حقوق کے حامل ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان کی غلامی سے آزاد ہے لیکن تمام انسان اس بالادست ذات کے غلام ہیں جس نے ان کو اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ اس دنیا میں اس کے اوامر کو پورا کر کے (یعنی اعمال صالحہ کے ذریعے) نہ صرف اس فانی جہان میں بلکہ آخروی زندگی میں بھی کامیابی حاصل کریں:۔

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝ الملک: ۱ — ۲

"برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں (کائنات) کی بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو (اس لئے) پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور وہ زبردست بھی ہے اور درگذر فرمانے والا بھی۔"

جب یہ ایک حقیقت ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس دنیا میں اللہ کے اوامر و احکامات ہی ان بنیادی قوانین کا درجہ رکھتے ہیں، جن کی بنیاد پر انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اس کی ضروریات کے پیش نظر تفصیلی قوانین بنائے جا سکتے ہیں۔ اس طرح اسلام میں اللہ کی فرمانروائی کا مطلب یہ ہے کہ انسان قوانین بنانے میں کن حدود کا پابند ہو۔ ان حدود کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ بتاتی ہے جو کتاب اللہ کی شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔ وضع قوانین میں سنت کا

حجت ہونا خود کتاب اللہ (قرآن کریم) سے ہی ثابت ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعۃ: ۲)

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں کے اندر ایک رسول ان ہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے۔ ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

یہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے قوانین کے شارع ہیں بلکہ آپ کا حکم بھی دراصل اُسی کا حکم ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا۔ (الحشر: ۷)

"اور جو کچھ رسول تم کو دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روکے اس سے رک جاؤ۔"

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ (النساء: ۶۴)

"اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کی خواہش (یعنی اسکے حکم) کی وجہ سے اس کی اطاعت کی جائے۔"

وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ (النساء: ۸۰)

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔"

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

وما بال اقوام يتنزهون عن الشي اصنعه فو الله انی لاعلمهم بالله واشدهم له خشية۔ ؎۱

"لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس چیز کو پسند نہیں کرتے یا اس سے پرہیز کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں پس قسم ہے خدا کی میں خدا کی مرضی کو زیادہ جانتا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں"

؎۱ بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ۔

ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔

ایحسب احدکم متکئاً علی اریکتہ یظن ان اللہ لم یحرم شیأ الا مافی ھذا القرآن الا وانی واللہ قد امرت و وعظت و نھیت عن اشیاء انھا لمثل القرآن اواکثر

"کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی مسہری پر تکیہ لگائے ہوئے یہ خیال رکھتا ہے کہ جو کچھ اس قرآن میں ہے اس کے علاوہ اللہ نے کوئی اور چیز حرام نہیں کی ہے خبردار رہو، قسم ہے اللہ کی کہ میں نے جو حکم دیا ہے اور جو (جن چیزوں سے) منع کیا ہے وہ مثل قرآن کے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ "۔[1]

اس حدیث کی دلیل خود قرآن میں موجود ہے ۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (النجم: ۳،۴)

"اور وہ (یعنی رسول اللہ) اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ وہ تو ایک وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے ۔"

نیز قوانین اسلام کے وضع کرنے میں سنت رسول کے بعد سنت خلفاء راشدین کا درجہ ہے ۔ چونکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے :۔

علیکم بسنتی و سنۃ خلفاء الراشدین المھدیین ۔[2]

"تم کو لازم ہے کہ تم میرے طریقے (سنت) پر رہو اور میرے برحق (راشد) اور ہدایت یافتہ جانشینوں (خلفاء) کے طریقے (سنت) پہ رہو ۔"

---

[1] ابوداؤد کذا فی مشکوٰۃ [2] سنن ابوداؤد (کتاب السنۃ باب ۵) سنن ابن ماجۃ (المقدمۃ باب ۶) سنن داری (المقدمۃ باب ۱۵) مسند احمد ۵ ج ص ۱۲۶

اس لئے اسلام میں اللہ کی فرمانروائی کا مطلب یہ ہے کہ قانون سازی میں اس کے ان احکامات کو جو قرآن میں موجود ہیں اور جس کی شرح اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے بنیاد بنایا جائے اس طرح کتاب اللہ اور سنت اسلامی دستور کی حدود متعین کرتے ہیں۔ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے تفصیلی قوانین وضع کئے جاسکتے ہیں۔ ان میں مزید رہنمائی سنتِ خلفاء راشدین، اجماع صحابہؓ، اجماع علمائے امت سے لی جاسکتی ہے اور انہی بنیادوں پر قیاس اور اجتہاد کیا سکتا ہے۔ اسکی تفاصیل اصول فقہ کی کتب میں موجود ہیں۔

اس طرح اسلام کی حکومت میں اقتدار اعلیٰ مطلق نہ تو کسی فرد یا رئیس مملکت کے ہاتھ میں ہے نہ ہی فوج و اصحاب ثروت کے ہاتھ میں ہے، اور نہ ہی "اسٹیٹ" (ریاست) یا "کلیسا" کے ہاتھ میں۔ اسلام میں اقتدار کا سرچشمہ صرف اللہ ہے وہی قادر مطلق ہے۔ البتہ اسٹیٹ (ریاست یا حکومت) اللہ کی متعین کردہ حدود کے اندر رہ کر ان تفصیلی قوانین بنانے کی مجاز ہے جو اسلام کے بنیادی عقائد، احکام اور اوامر خداوندی سے متصادم نہ ہوں۔

اسلام کا دستور اساسی دورِ جدید کی۔ اسٹیٹ (ریاست) میں بھی قوانین دستور اساسی (CONSTITUTION) کی حدود میں رہ کر ہی وضع کئے جاسکتے ہیں۔ البتہ دستور اساسی کو بھی کچھ شرائط کے ساتھ تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی اسٹیٹ میں بھی قوانین "دستور اساسی" یعنی قرآن و سنت کی حدود میں رہکر ہی وضع کئے جاسکتے ہیں بس فرق یہ ہے کہ اسلام کے دستور اساسی یعنی قرآن وسنت کو کسی زمانے میں اور کسی بھی جگہ تا قیامت تبدیل نہیں کیا جاسکتا نہ ہی اکثر کی بنیاد پہ اور نہ ہی طاقت و قوت کی بنیاد پر اس لئے ایسے قوانین جو اسلام کے دستور اساسی یعنی قرآن و سنت کے خلاف ہوں صریحاً اور قطعاً غیر اسلامی ہیں چاہے ان قوانین کو مسلمان ہی کیوں نہ وضع کریں یا وہ کسی ایسے اسلامی ملک میں ہی

کیوں نہ وضع کئے جائیں جو اپنے آپ کو اسلامی ملک اور اپنی حکومت کے اسلامی حکومت ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس طرح اسلام نے ریاست اور عوام کو مطلق فرمانروائی کا حق نہیں دیا ہے بلکہ اس کی فرمانروائی کو احکامات الٰہیہ کا پابند بنایا ہے۔

مراجعت الی اللہ و الرسول اور اس کا مطلب

اسلام کی حکومت میں حکام سے عوام کا اختلاف بالکل جائز ہے، اختلاف کی صورت میں کتاب و سنت ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا اور آخری اپیل کتاب و سنت کی عدالت میں ہی ہو گی جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ (النساء: ۵۹)

"پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لیا کرو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے خوشتر ہے۔"

(باقی)

اشتہار

(بہترین تحفہ)

قرآن شریف مصری نورانی سائز ۲۲x۳۰ بڑے خوبصورت جلی حروف والا مجلد ریگزین۔ عمدہ طباعت اور گلیزڈ کاغذ پر۔

اتنے سستے ہدیہ پر پہلی بار مارکیٹ میں لایا گیا ہے۔

ہدیہ عام بارہ روپئے۔ ہدیہ تاجرانہ مبلغ دس روپئے

فوراً آرڈر بھیجئے:۔

عمید الرحمٰن عثمانی

جنرل منیجر مکتبہ برہان و ندوۃ المصنفین جامع مسجد اردو بازار دہلی